تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر: 4
جولائی: 2014
شمارہ: 7

ایڈیٹر: مقصود الحق
نائب ایڈیٹر: آصف علی پرویز، رانا عبدالرزاق خاں
مینیجر: سید نصیر احمد

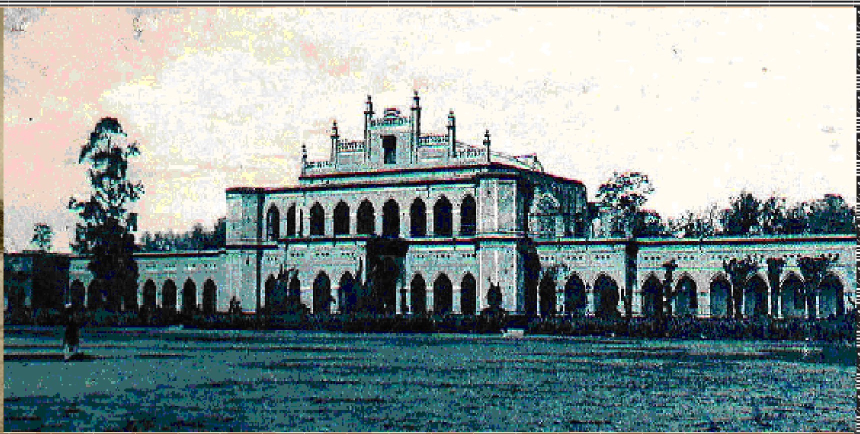

Taleem-Ul-Islam College
Old Students
Association - U.K

53, Melrose Road,
London, SW18 1LX.
Ph. : 020 8877 5510
Fax: 020 8877 9987
e-mail:
ticassociation@gmail.com

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

قال اللہ تعالیٰ

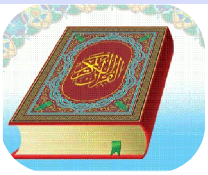

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۞ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم)

روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں (دیتا) ہوں۔

کلام الامام

’’روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل میں یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشا اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تا کہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کیلئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔‘‘ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 102 جدید ایڈیشن)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

☆ رمضان دعاؤں، قربِ الٰہی پانے، عبادات اور حقوق العباد ادا کرنے کا مہینہ ہے۔ ☆ خدا تعالیٰ کا عبد بننا اور دعاؤں کی قبولیت کا نظارہ دیکھنا ایک مجاہدہ کو چاہتا ہے اور رمضان کے روزے بھی ایک مجاہدہ ہیں جو اس کا ادراک حاصل کرتے ہوئے ایک مومن کو رکھنے چاہئیں۔

☆ دعاؤں کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کی بات کو سن کر اس پر لبیک کہے اور خدا تعالیٰ پر اپنے ایمان میں پختگی پیدا کرے اور اس میں ترقی کرے تبھی ہدایت پانے والا اور حقیقی مومن کا مقام بھی حاصل ہوگا۔

☆ پس دعاؤں کی قبولیت اور اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے کے لئے سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کیا جائے اور اس کے نمونے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ میں ہی ملیں گے۔

(الفضل 18 اگست 2010)

قرآن کریم کی تلاوت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بارہا اپنے درس قرآن میں فرمایا کہ:

’’قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے اور تلاوت کی اصل غرض عمل ہے اور یہ غرض پوری نہیں ہو سکتی جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے اور یہ آگاہی قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے۔‘‘

(الحکم 17 اکتوبر 1937)

روزہ دار کی عمر لمبی ہوتی ہے

دینی نکتہ ٔ نظر سے روزہ کا مقصد ایمان والوں کو متقی اور پرہیزگار بنانا ہے۔ تاہم سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ روزہ دار کی عمر لمبی ہوتی ہے۔ جنوبی کیلی فورنیا یونیورسٹی کے پروفیسر والٹر لونگو کا کہنا ہے کہ روزہ رکھنے سے IGF-1 (آئی جی ایف۔ ون) کی سطح میں کمی آتی ہے اور جسم مرمت mod میں آجاتا ہے اور مرمت کرنے والے کئی جین جسم میں متحرّک ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انسان لمبی عمر پا سکتا ہے۔ شکاگو میں یونیورسٹی کی ڈاکٹر کرسٹا ویراڈی کا کہنا ہے کہ روزے رکھنے سے دل کی بیماریوں کا خطرہ نہیں رہتا۔

(الفضل 17 اگست 2012)

رمضان کا مہینہ

سایہ فگن ہے سر پہ رمضان کا مہینہ
اُدھڑے ہیں جو بھی بخئیے محنت سے اُن کو سینا
رحمت کے خواں اُٹھائے، آئے اُتر فرشتے
اور اذن لوٹ بھی ہے سو لوٹ لو خزینہ
ساون ہے رحمتوں کا، بھادوں ہے برکتوں کا
بوچھاڑ میں نہا لو، دھو لو دلوں کا کینہ
گو اور بھی مہینے ہر چند معتبر ہیں
ماہِ صیام لیکن انمول ہے دفینہ
قرب خدا کو پانا اس ماہ میں سہل ہے
سادہ مثال سمجھو، یہ لفٹ، وہ ہیں زینہ
کنڈی لگا کے دیکھو، جھولی بچھا کے دیکھو
آنسو بہا کے دیکھو، ہر اشک ہے نگینہ
قرب خدا کو پانا کچھ کھیل تو نہیں ہے
جلتا ہے اس دیے میں بس خون اور پسینہ
اس رہگزر میں عشق مرنا ہی زندگی ہے
آساں تو نہیں یہ جام وصل پینا

(ارشاد عرشی ملک)

یادوں کے دریچے

محترم مولانا عبدالوہاب بن آدم مرحوم

مخلص اور فدائی خادمِ سلسلہ، امیر و مشنری انچارج گھانا محترم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب 22 جون 2014 کو 76 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ

کی تدفین گھانا میں مقبرہ موصیان میں ہوئی۔ گھانا ٹی وی نے پریذیڈنشل پیلس میں منعقد ہونیوالی تعزیتی تقریب اور مرحوم کے جنازہ کو براہ راست کوریج دی، جسے انٹرنیٹ سٹریمنگ کے ذریعے ساری دنیا میں دکھایا گیا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جون 2014ء میں آپ کا تفصیلی ذکر خیر فرمایا۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کو مارچ 2013 میں مکرم وہاب صاحب کے ساتھ ایک بہت دلچسپ اور بے تکلّف نشست کے انعقاد کا نادر موقع ملا تھا، جس میں مرحوم نے اپنے قیام ربوہ کے پُرلطف واقعات سنائے اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے وابستہ اپنی یادوں کا تذکرہ انتہائی شگفتہ پیرائے میں فرمایا۔ اس دلچسپ نشست کی روداد المنار (اپریل، مئی اور جون 2013) کے شماروں میں شائع کی گئی تھی۔ مکرم وہاب صاحب کے بیان کردہ ان واقعات کو پڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے سابق صدر مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب کے نام مکتوب میں یوں فرمایا:

''مکرم وہاب آدم صاحب کی مجلس کی رودادخوب ہے۔ ان کے واقعات بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔ بڑے پرانے غیر ملکی مبلغین میں سے ہیں اور اخلاص و وفا میں بڑھے ہوئے ہیں''

مکرم عبدالوہاب آدم صاحب 1938ء کو گھانا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا محترم ابوبکر صاحب نے حضرت مولانا عبدالرحیم نیرؓ کے زمانے میں 1921ء میں بیعت کی۔ مکرم وہاب صاحب نے ابتدائی تعلیم میتھوڈسٹ پرائمری سکول، یونائیٹڈ سینیئر سکول اور پھر احمدیہ تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کماسی سے حاصل کی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو وقف کیا۔ 1952ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے اور 1960ء میں شاہد کی ڈگری لی۔ اس موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ گھانا میں بطور مربی سلسلہ 11 سال مختلف جماعتوں میں خدمات انجام دیں۔ آپ ریجنل مربی شمالی گھانا اور مشنری ٹریننگ کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو پیراماؤنٹ چیف کے خطاب سے نوازا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک سفر پر تشریف لے گئے تو آپ

نے تین دن کے لئے آپ کو ربوہ میں امیر مقامی مقرر فرمایا۔ بحیثیت مربی سلسلہ آپ 12 اکتوبر 1972ء کو انگلستان پہنچے یہاں آپ 4 دسمبر 1974ء تک بطور مربی سلسلہ فرائض انجام دیتے رہے۔ 5 دسمبر 1974ء سے وفات تک احمدیہ مشن گھانا کے انچارج اور امیر کی حیثیت سے دعوت الی اللہ میں سرگرم عمل رہے۔ آپ کو گھانا میں انٹرنیشنل فیڈریشن نے ایمبیسیڈر آف پیس کا اعزاز دیا تھا۔ (روزنامہ الفضل ربوہ)

اللہ تعالیٰ مکرم مولانا عبدالوہاب آدم صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہمراہ جامعہ احمدیہ ربوہ کے اساتذہ اور طلباء کی ایک یادگار تصویر، اس گروپ فوٹو میں مکرم عبدالوہاب آدم صاحب بھی موجود ہیں

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا مشاعرہ

(تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے زیر اہتمام 10 مئی 2014 بروز ہفتہ ناصر ہال بیت الفتوح میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا، جس کی مختصر رپورٹ مئی کے المنار میں شائع ہو چکی ہے۔ اس مشاعرے کا مقصد حقوق طلباء کی مد میں فنڈ اکٹھا کرنا تھا۔ الحمدللہ ٹکٹوں کی فروخت سے پندرہ سو پاؤنڈ سے زائد رقم اکٹھی ہوئی جو بصورت چیک حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں حقوق طلباء فنڈ میں پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے۔ اس مشاعرے میں سنجیدہ اور مزاحیہ دونوں قسم کے کلام پیش کئے گئے۔ شعراء کے کلام کے چنیدہ حصے قارئین المنار کی خدمت میں پیش ہیں۔)

مبارک احمد صدیقی صاحب

اہلِ دنیا کو نجانے اور کیا اچھا لگا
اہلِ دل کو بس محمد مصطفیٰ اچھا لگا
روشنی پہ جان دینے پھر پتنگے آگئے
شب گزیدہ قوم کو روشن دیا اچھا لگا
درد کے صحرا میں بارش وصل کی جل تھل ہوئی
ہجر کے ماروں کو موسم وہ بڑا اچھا لگا
جس نے چُومے ہاتھ اُس کے خود بھی خوشبو ہو گیا
اہلِ دل کو عشق کا یہ معجزہ اچھا لگا
پیار کرنا جرم ہے تو سُن زمانے غور سے
وہ ہمیں تھوڑا نہیں بے انتہا اچھا لگا
اُس کی خاطر زخم جو آئے وہ سارے پھول تھے
اُس کے کوچے تک ہمیں ہر کربلا اچھا لگا
پیار کیسے ہو گیا یہ واقعہ ہے مختصر
ہم دکھی تھے اور ہمیں دکھ آشنا اچھا لگا
کیا عجب روزِ قیامت وہ مبارک یہ کہیں
میرے اس شاعر نے اُس دن جو کہا اچھا لگا

☆☆

جواد عالم صاحب

دل سے نکلے صدائے 'مولیٰ بس'
چل رہی ہے ہوائے 'مولیٰ بس'
چھٹ رہا ہے غبارِ دیدہ و دل
اوڑھ لی ہے رِدائے 'مولیٰ بس'

☆

داد پانی تھی نہ پائی دیر تک
ہم نے قسمت آزمائی دیر تک
ہم تو بس اک شعر کہہ کر چُپ ہوئے
اُس نے پھر اپنی سنائی دیر تک
موم بتی رات بھر روتی رہی
گھر میں جب بتی نہ آئی دیر تک
بعد میں ہم پر کُھلا اُس کی نہ تھی
جو غزل اُس نے سنائی دیر تک

☆☆

نورالجمیل نجمی

اے ہمسفرو خاموش رہو، خاموش رہو اور کچھ نہ کہو
جو کافی ہے ہم سب کیلئے، اُس سچے نام کا وِرد کرو
یہ بادِ مخالف کے جھونکے، یہ کرب و بلا، یہ اندیشے
یہ سیلِ رواں رسوائی کا، یہ نشتر لغو زبانوں کے
یہ جھکّڑ گرم ہواؤں کے، یہ کیا ہم کو جھلسائیں گے
جو آگ دبی ہے سینوں میں، کچھ اس کو اور بڑھائیں گے
وحشت کے پجاری لوگوں نے، بس ایک ہی کاروبار کیا
مذہب کے نام پہ خون کیا، اور نفرت کا بیوپار کیا
یہ اہلِ ستم یہ اہلِ کماں، بے سایا تھے بے سایا ہیں
اور ان کے جھوٹے سب دعوے، بے مایہ تھے بے مایہ ہیں
جو خون بہا، وہ اپنا تھا، جو خون بہا، وہ امر رہے
اس خون کے ہر اک قطرے کا، ہم سب کی دعا میں اثر رہے
ہم گریہ کناں کچھ ایسے رہیں، آنسو کا رنگ نرالا ہو
ہم سسکیں ایسے سوز کے ساتھ، کہ منظر دیکھنے والا ہو
اب لہو کی گرمی ایسی ہو، ظالم کا ہاتھ جلا ڈالے
اب اشک میں طاقت اتنی ہو، کہ عرش کا تخت ہلا ڈالے
پھر آئے ہمارا یار کہ جو، جبار بھی ہے غفار بھی ہے
جو دست قضا جو دست شفا، جو سب سے بڑی سرکار بھی ہے
جو ہاتھ ہمارے سر پہ ہے، وہ ہردم زندہ باد رہے
ظالم کو آخری لمحوں تک، اس ہاتھ کی ہیبت یاد رہے
یہ دھوپ کے راہی کیا جانیں، کہ چھاؤں کی نعمت کیسی ہے
بے مرشد بگلے کیا سمجھیں، اک ہاتھ پہ بیعت کیسی ہے

اخلاص و وفا کی راہوں میں،مہدی کے دلارے زندہ ہیں
ان سسکیوں میں ان آہوں میں،وہ جان سے پیارے زندہ ہیں
اے ہمسفرو خاموش رہو،خاموش رہو اور کچھ نہ کہو
یہ ظلم کا ریلا بہنے دو،جو لوگ کہیں سو کہنے دو
حالات کے چرکے سہہ ڈالو،سب اُس نور سے کہہ ڈالو
جب نور کرم فرمائے گا،تب سب اچھا ہو جائے گا
ہم سچے تھے ہم سچے ہیں،ہم ان سے بڑھ کر اچھے ہیں

☆☆

فاروق محمود صاحب

گفتگو میں بھی کبھی یار سے کرتا جاؤں
شب مجھے نیندنہ آئے میں سنورتا جاؤں
میں نے مشکل سے ابھی سیکھا ہے چلنا پیارے
تھام لے مجھ کو اگر تُو، تو سنبھلتا جاؤں
وہ جو کرنا نہیں اُس میں اُلجھتا کیوں ہوں
آیا جس کام کو کرنے ہوں،وہ کرتا جاؤں

☆

وہ ایسا یار ہے، جو آب دے سراب نہ دے
وہ خود ہے منزلِ تعبیر،صرف خواب نہ دے
یہ ممکنات میں ہرگز نہیں ہے میرا مجیب
سوال کرتا رہوں اور وہ جواب نہ دے

☆☆

آدم چغتائی صاحب

(یہ صداقت بالائے بحث ہے کہ ٹی آئی کالج نے اپنے طلبہ کی راہنمائی اور اعلیٰ تربیت کے ساتھ تعلیمی میدان میں ان کیلئے کیا نہیں کیا۔اس تعلیمی ادارے کی خدمات اور اس کے طلبہ کی مسلسل کامیابیوں کو سامنے رکھتے ہوئے چند اشعار کہے ہیں،جو پیش خدمت ہیں)

گہرے دریاؤں کو پایاب کیا ہے ہم نے
اس طرح حلقۂ گرداب کیا ہے ہم نے
گزرے جس راہ سے پھولوں نے لئے اپنے قدم
اُجڑے گلشن کو بھی شاداب کیا ہے ہم نے
شدّتِ غم میں بھی جن آنکھوں سے آنسو نہ بہے
ایسی آنکھوں کو بھی پُر آب کیا ہے ہم نے
ہم سے آدم درِ زنداں کو ملا عزّووقار
سنگ کو گوہرِ نایاب کیا ہے ہم نے

☆

یہ چند آنسو، یہ چند آہیں،سوائے ان کے دھرا ہی کیا ہے
زمانہ کیا چھین لے گا ہم سے،کسی نے ہم کو دیا ہی کیا ہے

کسی نے یونہی اُڑائی ہوگی ، میں اُس کا کیسے یقین کرلوں
وہ کیا کریں گے ستم کسی پر، انہیں تمیزِ جفا ہی کیا ہے

☆☆

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

(خلافت کے حوالے سے دعائیہ نظم)

نورِ اسلام سے دنیا میں سویرا کردے
دَورِ مسرور میں یارب یہ کرشمہ کردے
وہ جسے تُونے چنا دیں کی امامت کے لئے
اُس کی تدبیر کو تقدیر سے یکجا کردے
جس سے وابستہ ہے اسلام کی عظمت مولیٰ
اُس کی عظمت کو نشانوں سے ہُویدا کردے
جس کے ہر کام میں ہے نصرتِ باری کی جھلک
اُس کے قدموں کو تُو ہمدوشِ ثریّا کردے
جس کے سینے میں ہوا نورِ سماوی کا نزول
اُس کے انوار سے ہر دل میں اُجالا کردے
تُو چُنے جس کو وہ بن جاتا ہے محبوبِ جہاں
اپنے محبوب کو ہر اک آنکھ کا تارا کردے
تُو ہے جب ساتھ،تو پھر ساتھ ہے سارا عالَم
ساری دنیا پہ تُو ظاہر یہ نظارا کردے
روزِ روشن میں بھی جن آنکھوں میں کچھ نور نہیں
اپنی رحمت سے خدایا اُنہیں بینا کردے
تیرا انعام ہے یارب یہ خلافت کی قبا
تُو جسے چاہے عطا خلعتِ زیبا کردے
انتخاب اپنا تو ہے تیری رضا کا مظہر
کور چشموں پہ بھی یہ نکتہ ہُویدا کردے

☆☆

آخر میں مکرم مبارک احمد صدیقی صاحب نے فرمایا کہ دعوت نامے میں ذکر تھا کہ مشاعرے کو پُرلطف بنانے کیلئے اس میں مزاح کا عنصر بھی شامل ہوگا،لہٰذا مشاعرے کے پُرلطف اور شگفتہ اختتام کی غرض سے تازہ مزاحیہ پنجابی نظم پیش کرتا ہوں،جس کا عنوان ہے ’’اسی کِتھے آبیٹھے آں‘‘

دِل کردا سی یورپ جائیے
ہیٹ تے کالی عینک پائیے
پیٹر،رابرٹ یار بنائیے
پیزے، برگر، ڈونر کھائیے

ایتھے جان پھسا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

گڈی ٹھیک کران سی جانا
پَنج چھے بِل چُکان سی جانا
کَم تے شکل دِکھان سی جانا
پیسے چار کمان سی جانا

سَٹھ دا ٹکٹ لَوا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

پنجرے دے وِچ پھَڑک گئے آں
ٹیکسی کرکر گھڑک گئے آں
پائلٹ بنن دا شوق سی لیکن
ہر تھاں سڑکو سَڑک گئے آں

سارے جوڑ ہلا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

رعب ذرا وی پا نہیں سکدے
بچیاں نوں دو لا نہیں سکدے
ایتھے کَن پھڑا نہیں سکدے
بیگم نوں دھمکا نہیں سکدے

مُچھ نِیویں کروا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

M.O.T کروان دے رَولے
کونسل ٹیکس چُکان دے رَولے
گھر دیاں قسطاں لان دے رَولے
اُتّوں پاکستان دے رَولے

سوچاں نال چکرا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

خط ایہہ اِتنے سُٹ جاندے نیں
پڑھ کے دِل ہی ٹُٹ جاندے نیں
گورے ہَس کے لُٹ جاندے نیں
کالے ایہویں ہی کُٹ جاندے نیں

لگدا اے پَنگا ہی پا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

ہُن تے گان نوں دِل نہیں کردا
پیزے کھان نوں دِل نہیں کردا
باقی سب کُج دِل کردا اے
کَم تے جان نوں دِل نہیں کردا

دِل نوں لکھ سمجھا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

سَجرے پھُل تے کلیاں ہووَن
اپنے پِنڈ دیاں گلیاں ہو وَن
لَسّی ساگ تے چھلیاں ہووَن
اصلی کھوئے دیاں ڈَلیاں ہووَن

برگر توں اُکتا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

ایتھے بوڑھ دی چھاں نہیں لَبدی
پِنڈ جئی سُچّی تھاں نہیں لَبدی
مُدّت بعد وطن جے جایئے
کئیاں نوں فیر ماں نہیں لَبدی

دو تھاں پیچے پا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

پچھلے سال بہانہ لا کے
اک پردیسی دیس نوں جا کے
کلیاں بہہ اک قبر سرہانے
رویا، مِٹّی سینے لا کے

ہیرے لوگ گوا بیٹھے آں
اَسی کِتھے آ بیٹھے آں

تقریب کے اختتام پر جناب مبارک احمد صدیقی صاحب صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے معزز مہمانوں اور سب سامعین کا مشاعرے میں تشریف لانے پر شکریہ ادا کیا بعد ازاں مکرم امیر صاحب یوکے نے دعا کروائی حاضرین محفل کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تقریب انتہائی کامیاب رہی۔

جستہ جستہ

میری نظر میں معرکہ ہرگز نہیں ہے یہ
شہروں میں تم نے کتنے پلازے گرا لئے
مانوں میں تب کہ جتنی ہیں توندیں بڑھی ہوئی
ان کو تجاوزات کے کھاتے میں ڈالتے

(ڈاکٹر بدر منیر)

☆☆

2050ء میں آبادی کے لحاظ سے دنیا کی شکل کیا ہوگی

اس وقت دنیا کی کُل آبادی قریباً 7.2 بلین کے لگ بھگ ہے۔ بعض ماہرین نے آبادی میں اضافے کی شرح اور دیگر تحقیقی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہوئے اندازہ لگایا ہے کہ آج سے 36 سال بعد (یعنی 2050 میں) دنیا کی آبادی قریباً ساڑھے نو ارب (9.5 بلین) تک پہنچ جائے گی۔ مسلمان عدی اعتبار سے دیگر تمام مذاہب کے ماننے والوں سے واضح برتری پا جائیں گے۔ یورپین ملکوں کے بعض شہروں میں ہر تیسرا شخص مسلمان ہوگا۔ ایک ارب ساٹھ کروڑ آبادی کے لحاظ سے انڈیا سرفہرست جبکہ چین قریباً ڈیڑھ ارب آبادی کے ساتھ دنیا میں دوسرے نمبر پر ہوگا۔ تیسری پوزیشن کیلئے امریکہ، پاکستان، برازیل، انڈونیشیا اور نائیجیریا وغیرہ کے مابین کانٹے کا مقابلہ ہوگا۔ یورپ میں مسلم آبادی میں اضافہ دوطرح سے ہورہا ہے۔ ایک یہ کہ فی مسلم خاتون بچوں کی شرح پیدائش 2.2 ہے اور دوسرے یہ کہ تارکین وطن کی یورپ آمد کا سلسلہ مسلسل جاری وساری ہے۔ اس لحاظ سے یورپ میں مقامی لوگوں کی نسبت مسلم آبادی میں اضافے کا تناسب دو سے تین گنا زیادہ ہے۔ اِس وقت فرانس میں مسلم آبادی 55 لاکھ، جرمنی میں 40 لاکھ اور برطانیہ میں 30 لاکھ کے لگ بھگ ہے، جو 2050 میں غیر معمولی اضافے کے ساتھ ان ممالک میں ایک معاشرتی انقلاب برپا کردے گی۔ (دی کومینٹیٹر ڈاٹ کام، ڈیلی ٹیلیگراف ڈاٹ کو ڈاٹ یوکے)

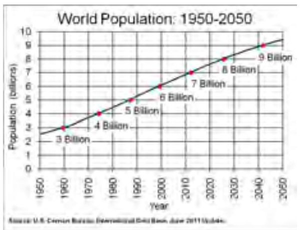

☆☆

عیدالاضحیٰ کے آتے ہی اک فکر ہوئی ہے لاحق مجھ کو
ہمسائے میں دُنبے اور بکرے میں دیکھ کے آہیں بھرتا ہوں
مہنگائی نے میری حالت بھی اب مجنوں جیسی کردی ہے
وہ لیلیٰ لیلیٰ کرتا تھا، میں لیلا لیلا کرتا ہوں

(ڈاکٹر بدر منیر)

☆☆

دی ہاؤس آف ون (بیت الوحدت)

برلن کا خیال ہے کہ وہ بین المذاہب رواداری اور پُرامن بقائے باہمی کے لحاظ سے ایک نئی تاریخ رقم کرنے جارہا ہے۔ اس کے اظہار کیلئے برلن کے قلب میں ایک مشہور مقام منتخب کیا گیا ہے، جہاں مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کیلئے ایک چھت کے نیچے تین الگ الگ عمارتوں میں مسجد، سینا گوگ اور چرچ تعمیر کیا جائے گا۔ اسے "The house of one" (یعنی بیت الوحدت) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کیلئے چُنی گئی جگہ بہت خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں (بارہویں صدی میں) جرمنی کا پہلا چرچ تعمیر کیا گیا تھا، مگر اس ملک میں عیسائیت کا یہ پہلا مرکز اپنے قیام کے صرف آٹھ سو سال بعد دوسری جنگ عظیم میں نیست و نابود ہوگیا۔ "ہاؤس آف وَن" کی عمارت کا نقشہ یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ entrance (جسے مقامِ استقبال بھی کہا جاسکتا ہے) کے دائیں ہاتھ سینا گوگ، بائیں ہاتھ مسجد اور سامنے کی جانب چرچ کی عمارت ہوگی۔ (بی بی سی اردو ڈاٹ کام)

☆☆

جمع

جمع کے قاعدہ پرعمل کرنا آسان نہیں۔ خصوصاً مہنگائی کے دنوں میں۔ سب کچھ خرچ ہوجاتا ہے۔ کچھ جمع نہیں ہوپاتا۔ جمع کا قاعدہ مختلف لوگوں کے لئے مختلف ہے۔ عام لوگوں کے لئے ایک جمع ایک مساوی ڈیڑھ۔ کیونکہ آدھا انکم ٹیکس والے کھا جاتے ہیں۔ تجارت دو کے قاعدے سے جمع کریں تو ایک جمع ایک کا مطلب ہے گیارہ۔ ناجائز آمد سے قاعدے کا حاصل جمع اور زیادہ ہوجاتا ہے۔ قاعدہ وہی اچھا ہے جس میں حاصل جمع زیادہ سے زیادہ آئے۔ بشرطیکہ قانون حائل نہ ہو۔ ایک قاعدہ زبانی جمع خرچ کا ہوتا ہے۔ جو ملک کے مسائل حل کرنے کے کام آتا ہے۔ آزمودہ ہے۔

تفریق

میں سندھی ہوں تو سندھی نہیں۔ میں پنجابی ہوں تو پنجابی نہیں۔ میں مسلمان ہوں تو مسلمان نہیں۔ اس کو تفریق پیدا کرنا کہتے ہیں۔ حساب کا یہ قاعدہ بھی قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ تفریق کا ایک مطلب ہے، منہا کرنا۔ یعنی نکالنا ایک عدد کو دوسرے عدد سے۔ بعض عدد ازخود نکل جاتے ہیں۔ بعضوں کو زبردستی نکالنا پڑتا ہے۔ ڈنڈے مار کر نکالنا پڑتا ہے۔ فتوے دے کر نکالنا پڑتا ہے۔ ایک بات یاد رکھیے۔ جو لوگ زیادہ جمع کر لیتے ہیں۔ وہی زیادہ تفریق بھی کرتے ہیں۔ انسانوں اور انسانوں میں۔ مسلمانوں اور مسلمانوں میں۔ عام لوگ تفریق کے قاعدے کو پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ حاصل تفریق کچھ نہیں آتا۔ آدمی ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔

(ابن انشاء کی ''اُردو کی آخری کتاب'' سے ماخوذ)

یادوں کے دریچے

ہمارا آئی ڈی کارڈ.... قسط: دوئم

آیئے آج ہم آپ کی ملاقات تعلیم الاسلام کالج کے ایک اولڈ بوائے، المنائی امریکہ کے سرگرم رکن، معروف معالج امراضِ جوڑ وہڈی (Orthopedic) ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب چوہدری، ایم ڈی، نیو جرسی، امریکہ سے کرواتے ہیں۔ ساٹھ ستر کے پیٹے میں، کوٹ پتلون میں ملبوس، ٹائی لگائے، جناح کیپ لئے ایک سادہ خو، چال ڈھال، گفتگو پنجابی لہجہ لئے کسی لمحہ مخاطب کو محسوس نہیں ہوتا کہ انٹر میں آرٹس کے بعد ایم بی بی ایس اور امریکہ سے ایم ڈی کی ڈگریاں حاصل کر کے امریکہ میں پریکٹس کرنے والے، اور نصرت جہاں اسکیم کے تحت سیرالیون میں خدمت بجالانے والے کامیاب ڈاکٹر صاحب مخاطب ہیں! یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا موصوف خود ہی راز سے پردہ اُٹھاتے ہیں:

''خاکسار نے 1952 میں قلعہ سوبھا سنگھ ضلع سیالکوٹ سے آرٹس مضامین کے ساتھ ہائی فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ بھائی میجر حمید احمد کلیم صاحب کی ترغیب پر تعلیم الاسلام کالج لاہور میں pre-medical ایف ایس سی میں داخل ہوا، اور کتب خرید کر پڑھائی شروع کر دی۔ میں سائنس میں نا بلد تھا، ادھر اُدھر سے پوچھ کر گزارہ کرتا رہا۔ جبکہ میرے ہم جماعتوں میں منور چونڈہ، سعید رحمانی اور عبدالغفور زاہد جیسے لائق لوگ شامل تھے۔

جلد ہی کالج والوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا، نومبر میں مجھے دفتر میں طلب کیا گیا:

''تم نے میٹرک میں سائنس نہیں پڑھی اس لئے مضمون بدل لو''۔ عرض کی میں تو کتابیں خرید چکا ہوں، مجھے دسمبر ٹسٹ کے نتیجے تک اجازت دیں۔ پھر کیا تھا اللہ تیری یاری رات دن ایک کر دیا۔ دسمبر ٹسٹ میں میں اکیلا بیالوجی میں پاس تھا، اور باقی مضامین میں میرے اچھے نمبر تھے۔ چنانچہ کالج کانوکیشن کے موقع پر محترم چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب مرحوم نے مجھے Oxford English Dictionary انعام کے طور پر دی''۔

یہ کہانی ایک ایسے طالب علم کی ہے جو ٹھیٹ دیہاتی ماحول سے آیا تھا کہ اب تک اس ماحول کی چھاپ باتوں اور body language میں جھلکے پڑتی ہے، جیسے میٹرک میں پڑھے آرٹس مضامین، موصوف کے سائنس مضامین پڑھنے میں حارج نہ ہو سکا، ویسے ہی امریکی رہن سہن موصوف کے طور و کردار میں تبدیلی نہ لا سکا، سوائے While in Rome "wear" as Romans wear! کُرتے اور دھوتی کی جگہ کوٹ اور پتلون نے لے لی ہے۔

تعلیم الاسلام کالج کا ماحول، اساتذہ، ساتھی سب ملکر ایک محنتی طالب علم کو اس کے مقصد پانے میں مدد دیتے۔۔۔ ایک دیہاتی زمینداروں کا لڑکا، سائنس کی ابجد سے ناواقف، ہمت اور سازگار ماحول کی برکت سے تمام مفروضوں کو غلط کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ ہیں ''ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب چوہدری ایم ڈی''

تعلیم الاسلام کالج کی انتظامیہ کے مدِنظر حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کے درجِ ذیل ارشادات ہمیشہ رہتے، اور ان کے مطابق طالب علموں کی راہنمائی کی جاتی، اور ہر مذہب و ملت کا طالب علم بے خوف و خطر علم کے حصول میں جُتا رہتا اور سرخرو ہو کر نکلتا:

☆''اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ وہ آپ کو صحیح کام کرنے، اور صحیح وقت پر کام کرنے اور صحیح ذرائع کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس کام کے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پیدا کرے۔

☆ اس کالج میں اگر کوئی ہندو بھی داخل ہونا چاہے تو ہمارے کالج کے دروازے اس کے لیئے کھلے ہیں۔ لیکن وہ بھی اس بات کا پابند ہوگا کہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرے۔

☆ یہ کالج تعلیم الاحمدیہ کالج نہیں، تعلیم الاسلام کالج ہے، اور اسلام ایک وسیع لفظ ہے۔ یہ کالج تمہیں عملی مسلمان بنا دے گا اور یہی اس کالج کو قائم کرنے کی غرض ہے''۔

یہ تعلیم الاسلام کالج کا امتیازی آئی کارڈ ہے۔

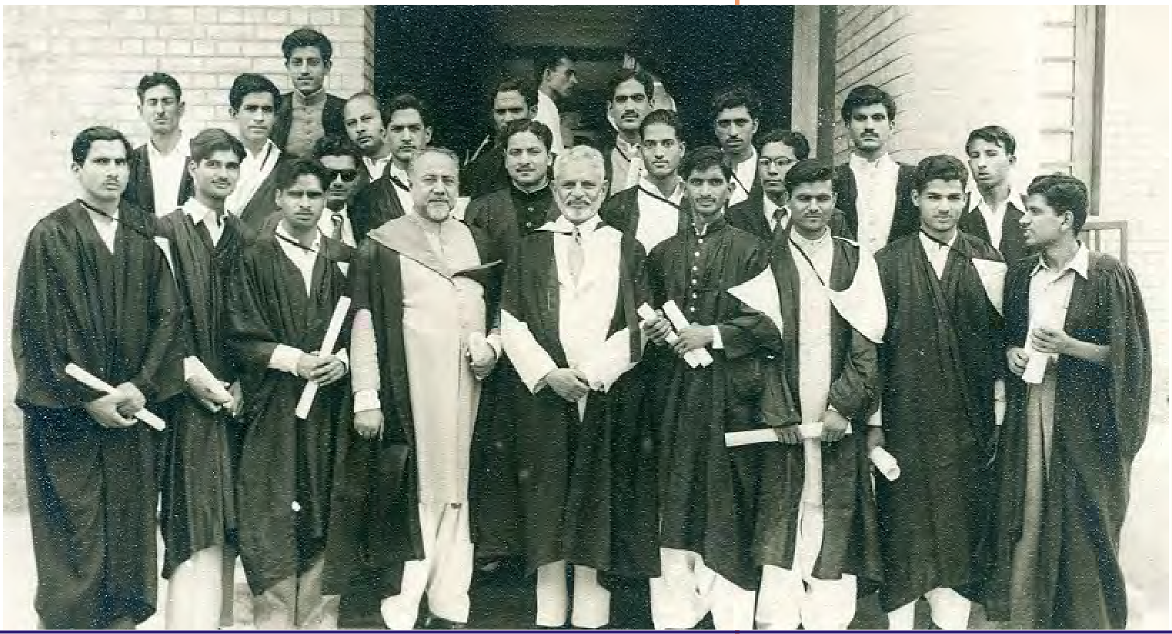

کالج کی ایک یادگار تصویر

Convocation 1957: Hadhrat Mian Nasir Ahmad Sb., principal;guest: Mian Afzal Hussain. Students graduated in 1956: extreme right first row Monawwar Chawinda with him Saeed Rehmani. On Mian Afzal Hussain left Rasheed Ghani.

”تمہاری یاد کی پرچھائیاں ہیں... تم نہیں ہو!!“

اتوار ۲۵ مئی معمول کا ایک گرم دن تھا۔ دوپہر ایک بجے طاہر ہارٹ سے نکل کر خارجی دروازے کی طرف جاتے ہوئے گھنی چھاؤں والے راستہ پر مجھے محسوس ہوا کہ سامنے سے آنے والے قدم میری طرف بڑھ رہے ہیں بغلگیر ہونے پر میں نے بھی اپنے حصے کا حق ادا کر دیا لیکن پہلی نظر میں پہچان نہ سکا۔ ایک قدم پیچھے ہوکر دیکھا تو وہی شائستگی سے پُر، متبسم، نرم خو اور خوبرو ڈاکٹر مہدی علی عرصہ بیس سال بعد میرے روبرو تھے۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد میں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اپنے پیشہ میں اتنی اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھنے پر کچھ وقت طاہر ہارٹ کے لئے بھی دیں۔ انہوں نے بتایا میں اسی مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔ ہم تفصیلاً ملاقات کے وعدہ پر جدا ہوئے۔

اگلے روز بعد از فجر میں نے ڈاکٹر منیر مبشر کو جو میرے ہمسائے ہیں ڈاکٹر مہدی کی آمد کا بتایا ہم گھر داخل ہونے تک اُن کے ساتھ گذرے ہوئے آخری دنوں کی باتیں یاد کرتے رہے اور فیصلہ کیا کہ وقت نکال کر اُن سے اس بار ضرور ملیں گے۔

ڈاکٹر منیر مبشر نے بتایا کہ ۱۹۹۲ کے سیلاب میں مجھے فوری طور پر دریائے چناب کے مغربی کنارے پر واقع ایک دور افتادہ گاؤں ”ڈھٹی بالا راجہ“ میں طبی کیمپ لگانے کے لئے دوائیں ڈاکٹر مہدی علی تک پہنچانے کا کہا گیا۔ وہ اُس وقت وہاں ضلع کونسل ڈسپنسری میں بطور میڈیکل آفیسر تعینات تھے۔ اور پھر کھلی فضاء میں درختوں کے نیچے چار پائیوں پر بیٹھ کر سبزی اور تندوری روٹیوں کا لنچ یاد کرتے رہے۔ میں نے اسی سیلاب میں بعد ازاں ضلع سرگودھا کے دریائے جہلم کے مشرقی کنارے سے متصل علاقے میں اپنے ریلیف کیمپ کو یاد کیا۔ میجر سعدی صاحب کی نگرانی میں خدام دن بھر منہدم شدہ گھروں کی تعمیر کرنے میں مدد کرتے، میں، ڈاکٹر سید مشہود احمد اور ڈاکٹر مہدی علی دواؤں کے ڈبے جیپ سے اُتار کر مختلف آبادیوں کی طرف نکل جاتے۔ خالصتاً دیسی ماحول میں کام پر جانے سے پہلے کھیتوں کی طرف رُخ کر کے نئی جگہ کا تعین اور اکتوبر کی خنک راتوں میں خیموں میں زمین پر سونا مشکل ترین مرحلہ ہوتا۔ سونے سے پہلے سانپوں کا ذکر ضرور ہوتا اور پھر یہ کہ آج میں درمیان میں سوؤں گا باہر کی طرف تمہاری باری ہے۔ ہنستے بولتے نیند آ ہی جاتی۔ دراصل ایک خادم جو بطور باورچی کی ڈیوٹی کے گذشتہ ایک ماہ سے کیمپ کے ساتھ تھا، سوتے میں سانپ سے کھیلتا رہا تھا۔ یہ ہے ڈاکٹر مہدی علی کے عملی زندگی کے آغاز کی ایک جھلک۔ سازگار ماحول کے میسر آنے پر انہوں نے محنت سے اپنی پیشہ ورانہ مہارت کو اوجِ کمال تک پہنچایا۔ یہ نافع الناس وجود شروع سے آخر تک اپنے علم اور وسائل سے درجہ بدرجہ اُسی جزبہ خدمتِ خلق سے بلاتخصیص معاشرے کے ہر طبقہ کو مستفید کرتا رہا اور اسی وجہ سے وہ ایک غیر معمولی ڈاکٹر کہلانے کا مستحق بنا۔

صبح ساڑھے چھ بجے موبائل کی گھنٹی بجی، دل دھک سے رہ گیا۔ ایسے وقت میں ڈاکٹر منیر مبشر کا فون تب ہی آتا ہے جب کوئی خاص بات ہو۔ جو سناوہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ وہ پنچھی جس نے سات سمندر پار سے اُڑان بھری، شربت وصل بقا پینے کیلئے اپنے آبائی قطعہ ارضی پر اُترا، پلک جھپکنے میں نفس مطمئنہ کے ساتھ اپنے رب کی طرف ہمیشہ کے لئے لوٹ گیا تھا۔ یقیناً ہم اُسی کے ہیں اور اُسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ جیتے جی اپنے گھر، محلہ، اِداروں اور جماعت کے لئے جیسے وہ صاحبِ افتخار تھا، اُس کی رُخصتی بھی اسی کے شایانِ شان تھی۔

ہم نے اُن کی ہجرت سے قبل تیس سال کا عرصہ محلہ میں اِکھٹے گزارا۔ اُن کے اوصاف کا ذکر تو چلتا رہے گا۔ حضور ایداللہ تعالیٰ ان کی صلاحیتوں اور حسنِ اخلاق کا ہو بہو خلاصہ اپنے خطبہ جمعہ میں بیان فرما چکے ہیں۔ اگر اُن کی شخصیت کو ایک لفظ میں سمونا ہو تو وہ انگلش کی ”pleasant personality“ اردو کی ”دلآویز شخصیت“ اور پنجابی کا ”بیبا بندہ“ تھا۔ اِس کا صحیح احساس تو اُسے ہی ہو سکتا ہے جو اُن کے قریب رہا ہو۔ اُن کی شخصیت پر سب سے موزوں تبصرہ ان کے بیٹے کا ہے کہ اگر اُن پر وار کرنے والے ان سے مل لیتے تو وہ ان کی زندگی میں بھی کوئی مثبت تبدیلی لے آتے۔ خاطر جمع رکھیں جمالی دور کے یہ مظاہر ہی دنیا میں امن کی ضمانت بنیں گے۔

اُس دن ڈیوٹی پر جاتے ہوئے میں اُن کے گھر جو اب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے کے سامنے سے گزرا تو پاؤں رک سے گئے۔ یہ ایک شاد آباد گھر تھا اور محلہ میں اِسے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ تمام گھر ہی خدمت پر کمربستہ تھا۔ خود ڈاکٹر مہدی علی ہر سطح پر ذیلی تنظیموں کے فعال ممبر اور عہدے دار رہے۔ ان کی والدہ، خالہ نجمہ ابتدا سے لیکر ۱۹۹۳ تک جب وہ خرابیِ صحت پر بیرون ملک چلی گئیں لجنہ کی جنرل سیکرٹری یا صدر رہیں۔ اُن کے تمام بچوں کے سعید فطرت ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ تقریباً ۳۵ سال تک اُنکی والدہ کے دورِ صدارت میں اُن کے گھر لجنہ کے اجلاس اور تربیتی پروگرام ہوتے رہے۔ مہدی علی کے والد چودھری فرزند علی صاحب نے بھی بطور صدر محلہ کام کیا۔ اُن کے بھائی ہادی علی صاحب دھیمے، متین اور قابل مربی سلسلہ آج کل کینیڈا میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ میں نے سوچا جو چمن اخلاص و وفا اور خدمت و اطاعت کے پانیوں سے سیراب ہوں ایسے گل رعنا اُن ہی میں کھلا کرتے ہیں اور آگے گذر گیا۔

اپنے عہد کو پورا کرنے والے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خدا سے اِس کا اجر پائیں گے۔ اُن کی کمی ہمیں ہر گام پر محسوس ہوتی رہے گی اور اُن کی یاد ہمارے دل سے کبھی محو نہیں ہو سکتی۔

وہی رنگِ شفق، بھیگی ہوا ہے
سنہری صبح ہے، بادِ صبا ہے
تم نہیں ہو

وہی آکاش پہ تاروں کا جھرمٹ
ندی میں چاند بھی، اترا ہوا ہے
تم نہیں ہو

خون سے رنگین، لالہ و گل
تمہارے حسن کی رعنائیاں ہیں
تم نہیں ہو

تمہیں میں ڈھونڈ کر لاؤں کہاں سے
تمہاری یاد کی پرچھائیاں ہیں
تم نہیں ہو

ڈاکٹر عمران احمد خان (ربوہ)

ذروں کی کہانی - آصف کی زبانی

ریاضی سے فزکس تک

(آصف علی پرویز)

دوست: پھر تو انہوں نے ضرور اپنے ابا جان کو دُعا کیلئے لکھا ہوگا۔

آصف: یقیناً لکھا اور ساتھ ہی اس خدشے کا اظہار بھی کیا کہ شاید وہ پاس نہ ہو سکیں۔

دوست: جلدی سے بتائیے آپ پاس ہوئے یا نہیں!

آصف: جب نتیجہ نکلا تو آپ نے فرسٹ کلاس میں امتحان پاس کر لیا۔ وہ اس پر بڑے حیران ہوئے اور اپنے سپروائزر سے کہا کہ آپ کو تو پتہ ہے کہ میرا پریکٹیکل ٹھیک نہیں ہوا تھا پھر میں نے کیسے اول کلاس حاصل کر لی۔ سپروائزر نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ آپ کے تھیوری کے چھ کے چھ پرچے اتنے اعلیٰ تھے کہ ممتحن نے پریکٹیکل کے امتحانات کا پوچھا ہی نہیں۔

دوست: یقیناً اس میں آپ کے والدین کی دعائیں شامل ہوں گی۔ مجھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا شعر یاد آ رہا ہے۔

غیرممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زور دعا دیکھو تو

دوست: میں سوچتا ہوں کہ وہ پاکستان سے ریاضی میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے گئے تھے لیکن آپ نے فزکس میں بھی اول درجے میں پاس کر کے ڈگری حاصل کی۔

آصف: خداداد ذہانت اسی کا نام ہے۔ آپ نے ریاضی کے ساتھ ساتھ فزکس میں بھی ڈگری لی۔ پھر فزکس سے ایسی محبت ہوئی کہ بالآخر فزکس میں ہی نوبل انعام کا اعزاز پایا۔

دوست: اب تو پھر آپ نے پاکستان واپسی کی تیاری کی ہوگی۔

آصف: جی ہاں! جون 1949ء میں آپ کراچی پہنچے۔ وہاں آپ نے میاں افضل حسین صاحب سے ملاقات کی جو اب سول سروس آف پاکستان CSP کے چیئرمین کے عہدہ پر فائز تھے۔ آپ نے عبدالسلام صاحب سے پوچھا کہ کیا وہ اب بھی CPS افسر بننا پسند کرتے ہیں۔ عبدالسلام صاحب نے جواب دیا ''نہیں جناب! میں چاہتا ہوں کہ کیمبرج واپس جا کر Ph.D کی ڈگری حاصل کروں۔'' میاں افضل حسین صاحب یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ایس ایم شریف (جو اس وقت ڈائریکٹر تعلیم تھے) اور غلام خالق صاحب (محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسر) کے نام سفارشی خط لکھے اور ان سے کہا کہ ''کسانوں کی بہبودی کے فنڈ'' Peasant welfare Fund میں ابھی کچھ رقم باقی ہے اس لئے عبدالسلام صاحب کو مزید دو سال کیلئے وظیفہ دے دیا جائے۔

دوست: وہ پھر اپنے والدین کو ملنے کیلئے کہاں گئے؟

آصف: چند روز کراچی میں قیام کے بعد آپ بذریعہ ریل ملتان کے لئے عازم سفر ہوئے۔ چونکہ انہیں آپ کے آنے کی کوئی مصدقہ اطلاع نہیں تھی اس لئے آپ کے ابا جان انہیں لینے کیلئے سٹیشن پر نہیں گئے۔ البتہ اپنے ایک بیٹے کو احتیاطاً بھجوا دیا۔ چنانچہ عبدالسلام صاحب اپنے بھائی کے ہمراہ گھر تشریف لے آئے۔

تین سال کی جدائی کے بعد ملاقات پر ہر ایک کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

دوست: بڑے لوگوں میں کسی قدر منکسر المزاجی ہوتی ہے۔ میں نے تحدیث نعمت میں پڑھا ہے کہ جب حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ بھی بیرسٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے وطن واپس پہنچے تو آپ نے بھی اپنے آنے کی کسی کو اطلاع نہیں دی اور خود ہی کرایہ کا تانگہ کرا کر گھر پہنچ گئے۔

آصف: سچی بات یہ ہے کہ جب درخت کی ٹہنی پر زیادہ پھل لگتا ہے وہ زمین کی طرف جھکتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس مثال سے عامۃ الناس کو یہی سبق دیا ہے کہ اصل مقام عاجزی اور خاکساری میں ہی ہے۔

دوست: آپ کے ابا جان کی تو یہی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا CSP افسر ہو تو کیا اب عبدالسلام صاحب اس کے لئے تیار تھے؟

آصف: آپ نے اپنے جان کو میاں افضل حسین صاحب سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔ اور عرض کی کہ میں نے میاں صاحب سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ Ph.D کرنا چاہتے ہیں۔

دوست: آپ کے ابا جان تو کچھ مایوس ہوئے ہوں گے؟

آصف: نہیں انہوں نے خوش دلی سے آپ کے فیصلے کو قبول کیا۔ اور آپ کی خوصلہ افزائی کی۔

دوست: آپ کے Ph.D کے وظیفہ کا کیا بنا؟

آصف: آپ نے میاں افضل حسین صاحب کے خطوط ایس ایم شریف صاحب اور غلام خالق صاحب کو دیئے۔ دونوں نے پوری پوری مدد کا یقین دلایا۔ اور ساتھ ہی مشورہ دیا کہ وہ سر فرانس مودی Sir Francis moody گورنر پنجاب کو بھی مل لیں۔ چنانچہ آپ سینٹ جونز کالج کی نکٹائی لگائے ہوئے گورنر صاحب سے ملے۔ آپ کو علم تھا کہ خود گورنر صاحب بھی اسی کالج سے فارغ التحصیل ہیں۔

دوست: کیا آپ نے انہیں کیمبرج کے کالج میں فزکس اور حساب میں اول درجہ حاصل کرنے کے بارے میں بتایا؟

آصف: ضرور بتایا اور یہ بھی کہا کہ انہیں Wrangler کا اعزاز بھی ملا ہے۔ گورنر صاحب آپ کی کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ انہیں وظیفہ دلانے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ چنانچہ آپ کو Ph.D کرنے کیلئے مزید دو سال کیلئے وظیفہ دے دیا گیا۔

دوست: پھر آپ کب کیمبرج دوبارہ واپس گئے؟

آصف: آپ نے فیصلہ کیا کہ اسی سال اکتوبر میں دوبارہ کیمبرج چلے جائیں گے۔ تاکہ ''مسٹر سے ڈاکٹر'' بن جائیں۔

دوست: آپ کا کیا مطلب ہے؟

آصف: آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ میں نے ابھی تک جان بوجھ کر آپ کو عبدالسلام صاحب Mr. Abdus Salam کہا ہے کیونکہ ابھی تک آپ نے Ph.D کی ڈگری حاصل نہیں کی تھی۔

دوست: آپ کی حقیقت پسندی کے کیا کہنے! آپ نے اس مختصر قیام پاکستان کے دوران کیا کیا؟

آصف: آپ کے والدین کی خواہش پر آپ کی شادی ہوگئی۔ آپ کی منگنی بچپن میں ہی آپ کی تایا زاد بہن محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے ہو چکی تھی۔ ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئٹہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کے والدین کی خواہش تھی کہ حضورؓ عبدالسلام صاحب کا نکاح پڑھائیں۔

دوست: تو پھر تو آپ اور آپ کے اہل خانہ طویل سفر کر کے کوئٹہ گئے ہوں گے۔

آصف: جی ہاں! حضورؓ نے نکاح پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ ہر باپ اپنے بیٹے کی تعریف کرتا ہے اور آپ کے والد محترم نے ایک ملاقات میں کہا تھا کہ عزیزم عبدالسلام جوبلی فنڈ کے اعلان کردہ تمام وظائف لے گا اور ایسا ہی ہوا۔

(جاری....)